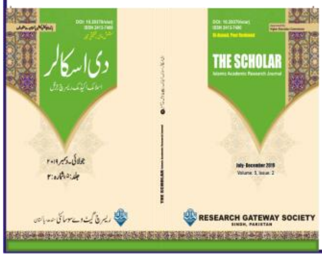

THE SCHOLAR
Islamic Academic Research Journal
ISSN: 2413-7480(Print) 2617-4308 (Online)
DOI:10.29370/siarj

Journal home page: http://siarj.com

رائے اور اہل الرائے کی تحقیق فقہ اسلامی کے تناظر میں

A RESEARCH STUDY OF "RAEY" AND "EHL-E-RAEY" IN THE CONTEXT OF ISLAMIC JURISPRUDENCE

1. **Dr.Nasir-ud-Din Nasir**

Associate Professor, Department of Islamic & Religious Studies, Hazara University, Manshera, Pakistan.

Email : naasiraust@gmail.com

ORCID ID:

https://orcid.org/0000-0002-7869-4001

2. **Muhammad Ibrahim**

Lecturer, Department of Islamic & Religious Studies, Hazara University, Manshera, Pakistan.

Email: mibrahim.pak@gmail.com

ORCID ID:

https://orcid.org/0000-0002-1467-7034

To cite this article:
Nasir, Nasir-ud-Din, Muhammad Ibrahim, "IJTIHAD METHODOLOGY OF ISLAMIC RESEARCH ACADEMY CAIRO: A RESEARCH STUDY | The Scholar-Islamic Academic Research Journal." *The Scholar-Islamic Academic Research Journal* 5, No. 2 (December 16, 2019): 38–64.
To link to this article: https://doi.org/10.29370/siarj/issue9ar3

Journal	The Scholar Islamic Academic Research Journal Vol. 5, No. 1 || January -June 2019 || P. 38-64
Publisher	Research Gateway Society
DOI:	10.29370/siarj/issue9ar3
URL:	https://doi.org/10.29370/siarj/issue9a3
License:	Copyright c 2017 NC-SA 4.0
Journal homepage	www.siarj.com
Published online:	2019-02-16

BY NC SA

Open Access

رائے اور اہل الرائے کی تحقیق فقہ اسلامی کے تناظر میں

A RESEARCH STUDY OF “RAEY” AND “EHL-E-RAEY” IN THE CONTEXT OF ISLAMIC JURISPRUDENCE

Dr.Nasir-ud-Din Nasir, Muhammad Ibrahim

ABSTRACT:

The scholars who pursued different scholarly pursuits in Islamic history are given different names and titles. The scholars who enlightened themselves with Quran were called Qari, and those who acquired expertise in Hadith were called Muhaditheen, the ones who acquired the knowledge of speaking were called Mutakalimeen, and the ones who learnt philosophy were called philosophers. Similarly, the scholars who achieved excellence in Islamic jurisprudence were called Jurists and within these jurists the scholars who strived to find solutions to the newly emerging problems were called Al-Rai. Meanwhile, one other group also emerged who used to put their own arguments and ignore Quran and Hadith. This group was also called Al Rai. Therefore, two group existed in the Al Rai, one which was righteous and the other which was not righteous. Subsequently, both the groups were criticized without any discrimination and the same misunderstanding exists even today as well. Therefore, it is the need of the time to discriminate between these two groups and let the Al Rai be given its proper status. This research article strives to prove the fact that Al Rai were basically eminent Islamic scholars who use to struggle to find solutions to the problems of the Muslim Ummah in the light of Quran and Sunnah.

Keywords: *“Raey” ,”Ehl-e-Raey”,Islamic Jurisprudence*

کلیدی الفاظ: رائے،اہلِ رائے،فقہ اسلامی.

تعارف:

آنحضرت ﷺ کے اس دنیا سے رخصت ہو جانے کے بعد صحابہ کرام مختلف اطراف عالم میں پھیل گئے اور دین کی نشر واشاعت میں مشغول ہو گئے آپ ﷺ نے اکابر صحابہ اور قریبی صحابہ کی خصوصی تربیت کی۔

اس لئے یہ حضرات جہاں بھی گئے وہاں انہوں نے علم کے دریا بہادیے صحابہ کرام کے مزاج مختلف تھے اورآپ ﷺ نے انہی کو سامنے رکھتے ہوئے ان کی تربیت فرمائی اور ہر ایک کو مخصوص میدان کے لئے تیار کیا۔ چنانچہ کسی کو قراءت میں ماہر بنایا اور کسی کو اجتہادی امور میں۔ کسی کے حوالے میدانِ جہاد کیا تو کسی کو علم کا شہر بنادیا۔ چمن اسلام کے یہ مختلف گل جہاں کھلے انہوں نے اپنی خوشبو سے اپنے ارد گرد کے ماحول کو معطر کردیا۔

حضرت عمر فاروقؓ نے ایک نئے شہر کی بنیاد رکھی جسے کوفہ کہا جاتا ہے اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ وہاں مقیم ہوگئے بعد ازاں حضرت علیؓ نے کوفہ کو دارالخلافہ بنایا اور جب وہ یہاں آئے تو یہاں پر دیکھا کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اس شہر کو علم کا گہوارہ بنادیا لیکن یہاں قابلِ غور بات یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اتنی علمی شخصیت ہونے کے باوجود آپؐ روایت حدیث میں اس مقام و تعداد تک نہیں پہنچے جس کو حضرت ابو ھریرہؓ نے حاصل کیا۔ وجہ یہ ہے کہ حضرت ابوھریرہؓ نے احادیث کے الفاظ کی حفاظت وروایت کو ترجیح دی اور اپنے لئے اس میدان کو منتخب کیا جبکہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اپنے لئے معانی احادیث کا انتخاب کیا اور ان کی حفاظت کی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ احادیث کی حفاظت میں دو طرح کے گروہ تھے ایک گروہ وہ تھا جس نے الفاظ حدیث کی حفاظت کا بیڑا اٹھایا اور دوسرا گروہ وہ ہے جس نے معانی احادیث کی حفاظت کا بیڑا اٹھایا۔ بعد ازاں جب تابعین کا دور آتا ہے اور علوم منظم ہونا شروع ہوئے تو مختلف علوم کی تدوین ہوئی تو الفاظِ حدیث کی حفاظت کرنے والے ''اہلِ حدیث'' کہلائے اور معانی احادیث کی حفاظت کرنے والے ''اہل الرائے'' کہلائے۔

صحابہ کرام کا عمومی مزاج یہ تھا کہ جب ان کے سامنے کوئی مسئلہ پیش آتا تو وہ سب سے پہلے قرآن کریم کی طرف رجوع کرتے اگر کوئی حل نہ پاتے تو احادیث رسول ﷺ کی طرف رجوع کرتے اور اگر احادیث میں بھی کچھ نہ پاتے تو پھر اپنی رائے سے اجتہاد کرتے (آنے والی سطور میں یہ واضح ہوگا)۔ صحابہ کرام کے شاگردوں کا بھی یہی طرزِ عمل رہا لیکن تابعین کے اس دور میں بعض حضرات ایسے تھے جنہوں نے روایت حدیث کو ترجیح دی اور الفاظِ احادیث کی روایت کو ہی اپنا مشغلہ بنایا ان کے سامنے اگر کوئی مسئلہ پیش ہوتا تو وہ قرآن وسنت میں اس کا حل صرف عبارت النص سے پیش کرنے کے قائل تھے۔ جبکہ دوسرے بعض لوگوں نے احادیث کی روایت کے بجائے اس سے مستنبط احکام پر زیادہ توجہ دی اور عبارۃ النص کے ساتھ ساتھ اشارۃ النص، دلالۃ النص اور اقتضاء النص سے بھی استدلال کرکے مسائل حل کرتے۔ یہاں سے دو اہم گروہ اپنی اپنی پہچان کے ساتھ جدا ہوئے پہلے ''اہلِ حدیث'' کہلائے اور دوسرے ''اہل الرائے'' کہلائے۔ امام مالکؒ گروہ اوّل اور امام ابو حنیفہؒ گروہ ثانی کے اوّلین ائمہ میں شمار ہونے لگے اور انہی کی نسبت سے تاریخ میں ان دو گروہوں کے لئے ایک اور شناخت ابھرنے لگی اور اوّل الذکر ''اہلِ مدینہ'' اور موخر الذکر ''اہلِ کوفہ'' کے نام سے پہچانے جانے لگے۔

اس پس منظر کے بعد یہ بات واضح ہوتی ہے کہ جہاں اہلِ حدیث حضرات دین کا ایک شعبہ سنبھالے

ہوئے تھے وہاں ہی اہل الرائے بھی دین کا ایک شعبہ سنبھالے ہوئے تھے جو کسی طرح بھی مذموم نہیں تھا لیکن امت میں ایک غلط فہمی یہ پیدا کی گئی کہ اہل رائے وہ لوگ ہوتے ہیں جو قرآن وسنت کے خلاف اپنی رائے کا استعمال کرتے ہوئے مسائل کا حل نکالتے ہیں، اس غلط فہمی سے اہلِ حدیث بھی متاثر ہوئے حالانکہ اہلِ حدیث کا یہ گروہ بھی فقہ واجتہاد کے قطعاً خلاف نہ تھا بلکہ وہ اس غلط فہمی سے متاثر تھے کہ اہلِ رائے قرآن وحدیث کی موجودگی میں اپنی رائے استعمال کرتے ہیں اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ایک عام ماحول میں اہلِ حدیث اور اہل رائے میں کچھ دوریاں پیدا ہوئیں جو بعد میں امام شافعیؒ کی وجہ سے یہ دوریاں کم اور غلط فہمیاں ختم ہوئیں کیونکہ امام شافعیؒ دونوں مکتب فکر اور دونوں میدانوں میں امام تھے اور انہوں نے حدیث اور رائے کے ماننے والوں کو ایک پیرائے میں لا کھڑا کردیا اور واضح کردیا کہ حدیث رائے کے بغیر اور رائے حدیث کے بغیر فائدہ مند نہیں۔

لیکن آج کے اس دور میں بھی یہ غلط فہمی پائی جاتی ہے کہ اہل الرائے قرآن وسنت کے خلاف اپنی رائے کا استعمال کرتے ہیں اور ان کے پاس قرآن وسنت کا ذخیرہ بہت کم ہوتا ہے چنانچہ ضرورت اس بات کی ہے کہ اس امر کی تحقیق کی جائے کہ اہلِ رائے کون ہیں؟ حدیث میں ان کا کیا مقام ہے؟ شریعت اسلامی میں مذموم رائے کونسی ہوتی ہے؟ اور اہلِ حدیث اور اہلِ رائے میں کیا فرق ہے؟ ان سوالات کے جوابات کے وضاحت بہت ضروری ہے تاکہ علوم اسلامیہ کے محققین اصل حقائق سے واقف ہوں اور تحقیقی میدان میں کسی غلط فہمی کا شکار نہ ہوں اور تحقیقی عمل میں صحیح راہ پر گامزن رہ سکیں۔آئندہ آنے والی سطور ان امور کو واضح کرتی ہیں۔

رائے کا معنیٰ:

علامہ ابوالفتح ناصر الدین المطرزی فرماتے ہیں:

"الرأی ما ارتاہ الانسان واعتقدہ ومنہ ربیعة الرأی بالاضافة فقیہ اھل المدینة "[1]

رائے اس نظریے اور اعتقاد کو کہتے ہیں جس کو انسان اختیار کرتا ہے

اور اسی سے اضافت کے ساتھ ربیعۃالرائی ہے جو اہلِ مدینہ کے فقیہ تھے۔

اس سے معلوم ہوا کہ ہر شخص کا کوئی نا کوئی نظریہ یا اعتقاد ضرور ہوتا ہے۔علامہ شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں:

"والرأی ھو نظر القلب یقال رأی رأیا **بدل دید ورائی رؤیا بغیر تنوین بخواب دید ورای رؤیہ بچشم دید** "[2]

---

[1] *Al-Khawarzmy, Nasir Bin Abd-ul-Sayyed,**Al-Mughrib,**(Darul-Kutub Al-Arabi, Egypt), 197.*

رائے کے معنی دل کی نظر اور بصیرت کے ہیں کہا جاتا ہے کہ رائی رأیا اس نے دل کے ساتھ دیکھا اور رائی رؤیا بغیر تنوین کے اس نے خواب میں دیکھا اور رائی رؤیۃ اس نے آنکھوں سے دیکھا۔

رائے اور اہل الرائے سے مراد:

رائے کا معنی ذکر کرنے کے بعد ضروری ہے کہ اہل علم کے ہاں رائے سے کیا مراد لیا جاتا ہے اس کی وضاحت کی جائے چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں:

"لیس المراد بالرأی نفس الفھم والعقل فان ذالک لاینفک من احد من العلماء ولا الرأی الذی لایعتمد علی السنة اصلاً فانه لا ینتحله مسلم البتة ولا القدرة علی الاستنباط والقیاس فان احمد واسحاق بل الشافعی ایضاً لیسوا من اھل الرأی بالاتفاق وھم یستنبطون ویقیسون بل المراد من اھل الرأی قوم توجھوا بعد المسائل المجمع علیھا بین المسلمین او بین جمھورھم الی التخریج علی اصل رجل من المتقدمین فکان اکثر امرھم حمل النظیر علی النظیر والرد الی اصل من الاصول دون تتبع الاحادیث والاثار "[3]

رائے سے نفس فہم اور عقل مراد نہیں کیونکہ اس سے اہلِ علم میں کوئی بھی عاری نہیں ہوتا اور اس رائے سے ایسی رائے بھی مراد نہیں جس کی بنیاد سنت پر بالکل مبنی نہ ہو کیونکہ ہر گز کوئی مسلمان اس کو اپنے لئے گوارا نہیں کرتا اور اس سے استنباط اور قیاس پر قدرت بھی مراد نہیں کیونکہ امام احمدؒ اور امام اسحاقؒ بلکہ خود امام شافعیؒ بھی بالاتفاق اہل الرائے سے نہیں ہیں حالانکہ استنباط و قیاس وہ بھی کرتے رہے ہیں بلکہ اہل الرائے سے وہ قوم مراد ہے جنہوں نے ان مسائل کے بعد جو تمام مسلمانوں میں یا جمہور کے درمیان اجماعی قرار پا چکے ہیں، متقدمین میں سے کسی شخص کے اصل پر مسائل کی تخریج کی ہو اور ان کا بڑا کام یہ رہا ہے کہ نظیر کو نظیر پر حمل کرتے رہے اور ان کو اصول میں سے کسی اصل کی طرف رد کرتے رہے بغیر اس کے کہ وہ احادیث کا تتبع کرتے۔

[2] *Uthmani, Shabir Ahmad,* ***Muqaddimah Fathul-Mulhim,****(Dar Ehya Al-Turath Al-Arabi, Bearut),191*

[3] *Wali-Allah, Ahmad bin Abd-ur-Al-Rahim,****Hujjat-Allahil Balighah,*** *(Dar Al-Je'al, Bearut), 1:273*

شاہ ولی اللہؒ کی اس عبارت میں "دون تتبع الاحادیث" سے ایک شبہ پیدا ہو سکتا ہے کہ اصحاب الرائے احادیث سے بے پروا اور مستغنی ہوتے ہیں تو اس کا جواب بھی اسی عبارت میں مذکور ہے، ابتدائے عبارت میں شاہ صاحب فرماتے ہیں:

"لیس المراد بالرأی نفس الفهم..... ولا الرأی الذی لایعتمد علی السنة اصلاً فانه لا ینتحله مسلم البتة"[4]

رائے سے نفس فہم مراد نہیں ۔۔۔ اور نہ ہی (رائے سے مراد) ایسی رائے ہے جس کی بنیاد سنت پر بالکل مبنی نہ ہو کیونکہ ہر گز کوئی مسلمان اس کو اپنے لئے گوارا نہیں کر سکتا۔

شاہ صاحب کی عبارت کا مطلب یہ ہے کہ اہل الرائے سے مراد ایسی قوم ہے جو اجماعی اور اتفاقی مسائل کے بعد غیر منصوص فروع اور جزئیات میں متقدمین میں سے کسی شخص کے طے شدہ اصول وضوابط اور قواعد پر (جن کی بنیاد اُس نے اپنے اجتہاد وتفقہ کے اعتبار سے قرآن وسنت پر رکھی ہے) مسائل اور جزئیات کی تخریج اور تفریع کرتی ہو کہیں نظیر کو نظیر پر حمل کرتی ہو کہیں مفروع عنھا اصول میں سے کسی اصل کی طرف مسئلہ اور جزئی کو رد کرتی ہو اور ان غیر منصوص مسائل وجزئیات میں وہ مسئلہ مسئلہ اور جزئی جزئی کے لئے احادیث کی تلاش نہ کرتی ہو جس کی وجہ بظاہر یہی معلوم ہوتی ہے کہ قرآن وسنت اور تمام یا جمہور مسلمانوں کے اجماعی اور اتفاقی مسائل کے بعد ہر ہر پیش آمدہ جزئی میں صاف اور صریح الفاظ میں کہاں سے صحیح حدیث دستیاب ہو سکتی ہے؟ اس لئے ایسے مسائل میں تتبع احادیث کو وہ ضروری نہیں سمجھتے بلکہ متقدمین میں سے کسی کے اصول کے تحت ان کا حل تلاش کرتے ہیں۔

مگر جب کسی جزئی میں ان کو حدیث مل جاتی ہے تو پھر وہ رائے کو درخورِ اعتناء بھی نہیں سمجھتے۔

چنانچہ امام زفر بن الہذیل جن کی رائے اور فقہ پر حضرت امام ابو حنیفہؒ بھی ناز کرتے تھے اور فرماتے تھے:

"هو اقیس اصحابی"[5]

کہ میرے جملہ تلامذہ میں وہ قیاس کے زیادہ ماہر ہے۔

[4] *Wali-Allah,**Hujjat-Alllahil Balighah,**1:273*

[5] *Muhayyud-din, Abdul-Qadir Bin Muhammad Nasrullah,**Al-Jawahir Al-Muzeyyah fee Tabaqat Al-Hanafiyyah,**(Meer Muhammad Kutub Khana, Karachi),1:243*

اورانہوں نے ہی بصرہ میں سب سے پہلے امام ابو حنیفہؒ کی رائے اور فقہ پہنچائی تھی۔[6] ان سے حضرت امام عبداللہ بن المبارکؒ نقل کرتے ہیں کہ:

"سمعت زفر يقول نحن لاناخذ بالرأى ما دام اثر واذا جاء الاثر تركنا الرأى"[7]

میں نے امام زفر سے سنا انہوں نے فرمایا کہ جب تک کوئی حدیث موجود ہوتی ہے ہم رائے پر عمل نہیں کرتے اور جب کوئی حدیث مل جاتی ہے تو ہم اپنی رائے کو ترک کردیتے ہیں۔

اس سے یہ بات واضح ہوئی کہ اصحاب الرائے نہ تو ابتداء حدیث کو چھوڑتے تھے اور نہ ہی انتہاء۔ یہ الگ بات ہے کہ کسی حدیث میں روایتی یا درائتی لحاظ سے اگر کوئی علت قادحہ نظر آئے یا کوئی حدیث کسی دوسری حدیث سے متعارض یا منسوخ ہو یا کسی اور قوی عذر کی وجہ سے وہ ترک کرتے ہیں لیکن اہلِ علم اسے حدیث کی مخالفت نہیں کہتے۔

محدثین کے ہاں اہل رائے:

مذکورہ بالا عبارت سے یہ بات واضح ہوئی کہ عام معنی میں تو ہر صاحبِ رائے اہل رائے میں سے شمار ہوتا ہے کیونکہ ہر شخص کی ایک رائے ہوتی ہے لیکن اہلِ علم محدثین خاص پس منظر میں اہل رائے متعین کرتے ہیں چنانچہ علامہ ابن اثیر الجزری الشافعیؒ فرماتے ہیں:

"والمحدثون يسمون اصحاب القياس اصحاب الرأى يعنون انهم ياخذون برأيهم فيما يشكل من الحديث او مالم يأتِ فيه حديث ولا اثر"[8]

محدثین اصحابِ قیاس کو اصحاب الرائی کہتے ہیں اس سے وہ مراد یہ لیتے ہیں کہ وہ مشکل حدیث کو اپنی رائے اور سمجھ سے حل کرتے ہیں یا ایسے مقام پر وہ اپنے قیاس اور رائے سے کام لیتے ہیں جس میں کوئی حدیث موجود نہیں ہوتی۔

---

[6] *Ibn-e-Hajar A'sqalany,Ahmad Bin Ali,**Lysan Al-Meezan,** (Dar Al-Basha'er Al-Islamiya), 3''501*

[7] *Muhayyud-din, **Al-Jawahir Al-Muzeyyah fee Tabaqat Al-Hanafiyyah**,1:534*

[8] *Ibn-e-Aseer Al-Jazary, Mubarik bin Muhammad,**Al-Nehaya fee Ghareeb al-Hadith wal Asar,**(Al-Maktabah Al-Elmeyya, Bearut),2:179*

اس سے معلوم ہوا کہ اصحاب الرائے وہ حضرات ہیں جو مشکل احادیث اور غیر منصوص مسائل کو اپنی دل کی بصیرت سے حل کرنے کے خوگر ہوتے ہیں۔ محدثین اصحاب القیاس کو اس معنی میں اصحاب الرائے کہتے ہیں۔

ائمہ مجتہدین کے دو گروہ:

امت کے ائمہ مجتہدین عام طور پر دو گروہوں میں بٹے ہوئے تھے ان میں کوئی تیسرا گروہ نہیں تھا۔ جیسا کہ علامہ شہرستانی فرماتے ہیں:

"ثم المجتهدون من أئمة الأمة محصورون في صنفين؛ لا يعدوان إلى ثالث أصحاب الحديث، وأصحاب الرأي"[9]

امت کے ائمہ مجتہدین دو قسموں میں منقسم ہوتے ہیں اور یہاں کوئی تیسری قسم نہیں ہے ان میں ایک اصحاب الحدیث ہیں اور دوسرے اصحاب الرائے۔

یہاں ایک بات قابلِ غور ہے کہ علامہ شہرستانی کی یہ تقسیم اہلِ حق علماء کی تقسیم ہے اور اس سے اہلِ بدعت و باطل مراد نہیں ہیں۔ یہ دو گروہ کیوں بنے اس لئے کہ ان میں پہلا گروہ وہ تھا جن میں روایت اور حدیث کی حفاظت اور خدمت کا وصف غالب رہا اور وہ اس وجہ سے اصحاب الحدیث کہلائے، جیسا کہ علامہ شہرستانی فرماتے ہیں:

"أصحاب الحديث: وهم أهل الحجاز؛ هم: أصحاب مالك بن أنس، وأصحاب محمَّد بن إدريس الشافعي، وأصحاب سفيان الثوري، وأصحاب أحمد بن حنبل، وأصحاب داود بن علي بن محمَّد الأصفهاني. وإنما سموا: أصحاب الحديث؛ لأن عنايتهم: بتحصيل الأحاديث، ونقل الأخبار، وبناء الأحكام على النصوص؛ ولا يرجعون إلى القياس الجلي والخفي ما وجدوا خبراً أو أثراً."[10]

اصحاب الحدیث وہ اہلِ حجاز ہیں جن میں مالک بن انس، محمد بن ادریس الشافعی، سفیان ثوری، احمد بن حنبل اور داود بن علی بن محمد الاصفہانی کے اصحاب شامل ہیں۔ انہیں اصحاب الحدیث اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ ان کی توجہ احادیث

---

9 *Sheristany, Muhammad bin Abd-ul-Karim,**Al-Milal wa Al-Nihal,**(Mu'asses'at Al-Hilby, Egypt),2:12*
10 *Sheristany, **Al-Milal wa Al-Nihal,**2:12*

کے حصول، اخبار کی نقل، نصوص پر احکام کی بناء پر ہوتی ہے اور خبر واثر کی موجودگی میں قیاس جلی وخفی کی طرف یہ نہیں جاتے۔

اہلِ حق ائمہ مجتہدین کا دوسرا گروہ وہ ہے جن میں اجتہاد، تفقہ اوراستنباط کا وصف غالب رہا یہ اس وجہ سے اہل الرائے کہلائے۔علامہ شہرستانی فرماتے ہیں:

"اصحاب الرأي: وهم أهل العراق هم: أصحاب أبي حنيفة النعمان بن ثابت. --- وإنما سموا أصحاب الرأي؛ لأن أكثر عنايتهم: بتحصيل وجه القياس، والمعنى المستنبط من الأحكام، وبناء الحوادث عليها؛ وربما يقدمون القياس الجلي على آحاد الأخبار. وقد قال أبو حنيفة: علمنا هذا رأي، وهو أحسن ما قدرنا عليه؛ فمن قدر على غير ذلك فله ما رأى، ولنا ما رأينا."[11]

اصحاب الرائے اہلِ عراق ہیں جو ابو حنیفہ نعمان بن ثابت کے اصحاب ہیں۔۔۔اور ان کا نام اصحاب الرائے اس لئے رکھا گیا ہے کہ وہ قیاس کی علت کی جستجو میں خاص اہتمام کرتے ہیں اوراس معنٰی کے حاصل کرنے کے درپے ہوتے ہیں جو احکام سے مستنبط ہوتا ہے اور حوادث کو ان پر مبنی قرار دیتے ہیں اور کبھی وہ قیاس جلی کو خبر واحد پر مقدم بھی کردیتے ہیں امام ابو حنیفہؒ نے خود فرمایا کہ ہمارا یہ علم رائے ہے جس پر ہم پوری سعی کے ساتھ قادر ہوئے ہیں اگر کوئی شخص اس کے علاوہ کوئی اور رائے رکھتا ہے تو اس کو حق پہنچتا ہے جیسا کہ ہمیں رائے کا حق ہے۔

اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ جس طرح اہلِ حدیث علماء فقہ واجتہاد سے بے بہرہ نہ تھے اسی طرح اصحاب الرائے بھی علم حدیث سے بے بہرہ نہ تھے فرق صرف اتنا ہے کہ اہلِ حدیث پر روایتِ حدیث اور اصحاب الرائے پر فقہ واجتہاد کا وصف غالب تھا۔ اس بات کی مزید وضاحت علامہ ابن خلدون کی اس عبارت سے ہوتی ہے:

"وانقسم الفقه فيهم الى طريقين طريقة اهل الرائ والقياس وهم اهل العراق وطريقة اهل الحديث وهم اهل الحجاز"[12]

علم فقہ ان میں دو قسموں میں بٹ گیا ایک طریقہ اہلِ رائے اور قیاس کا ہے اور وہ اہلِ العراق ہیں

[11] Sheristany, ***Al-Milal wa Al-Nihal,****2:12*

[12] *Ibn-e-Khalledoon,Abd-ur-Rahman bin Muhammad,****Tarikh Ibn-e-Khalledoon,****(Dar Al-Fikar, Bearut), 1:564*

اور دوسرا طریق اہل الحدیث کا ہے اور وہ اہل الحجاز ہیں۔

اصحاب الرائے کے بارے میں ایک غلط فہمی:

بعض حضرات کو یہ شبہ ہے کہ اصحاب الرائے کو اصحاب الرائے اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ یہ لوگ احادیث پر رائے کو مقدم کرتے ہیں، اس کی تفصیل خود امام ابو حنیفہؒ جو اصحاب الرائے کے امام شمار ہوتے ہیں[13]، ان سے آگے آرہی ہے، البتہ یہاں اس کی وضاحت کے لئے چند حوالے درج کیے جاتے ہیں۔ علامہ شرف الدین الطیبی الشافعی نے ایک حدیث کی تشریح کرتے ہوئے کچھ ایسے الفاظ استعمال کیے ہیں جن سے اہلِ الرائے کی کچھ تنقیص معلوم ہوتی ہے حضرت ملا علی قاریؒ ان کے ساتھ مناقشہ کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں:

"یشم من کلام الطیبی رائحة الکنایة الاعتراضیة علی العلماء الحنفیة ظنا منه انهم یقدمون الرأی علی الحدیث ولذا یسمون اصحاب الرأی ولم یدر انهم انما سمّوا بذالک لدقة رأیهم وحذاقة عقلهم۔"[14]

> علامہ طیبیؒ کے کلام سے ایسا مترشح ہوتا ہے کہ انہوں نے کنایۃ علمائے احناف پر یہ اعتراض کیا ہے کہ انہیں اصحاب الرائے اس لئے کہا جاتا ہے وہ رائے کو حدیث پر مقدم سمجھتے ہیں اور اسی لئے ان کو اصحاب الرائے کہا جاتا ہے مگر علامہ طیبیؒ یہ نہیں سمجھے کہ ان کو اصحاب الرائے اس لئے کہا جاتا ہے کہ ان کی رائے دقیق اور عقل تیز ہوتی ہے۔

اسی طرح علامہ ابن اثیر الجزری الشافعیؒ فرماتے ہیں:

"والمحدثون یسمون اصحاب القیاس اصحاب الرأی یعنون انهم یاخذون برأیهم فیما یشکل من الحدیث او مالم یأتِ فیه حدیث ولا اثر"[15]

---

[13] *Ibn-e-Khalledoon, **Tarikh Ibn-e-Khalledoon,**1:565*

[14] *Mulla Ali Qari, Ali Bin Sultan Muhammad,**Mirqat Al-Mafateeh,** (Dar Al-Fikar Bearut)3:846*

[15] *Ibn-e-Aseer Al-Jazary, **Al-Nehaya fee Ghareeb al-Hadith wal Asar**,2:179*

The Scholar Islamic Academic Research Journal
Vol. 5, No. 2 || July -December 2019 || P. 38-64
https://doi.org/10.29370/siarj/issue9ar3

محدثین اصحاب قیاس کو اصحاب الرائی کہتے ہیں اس سے وہ مراد یہ لیتے ہیں کہ وہ مشکل حدیث کو اپنی رائے اور سمجھ سے حل کرتے ہیں یا ایسے مقام پر وہ اپنے قیاس اور رائے سے کام لیتے ہیں جس میں کوئی حدیث موجود نہیں ہوتی۔

علامہ شہرستانی فرماتے ہیں:

''وإنما سموا أصحاب الرأي؛ لأن أكثر عنايتهم: بتحصيل وجه القياس، والمعنى المستنبط من الأحكام، وبناء الحوادث عليها''[16]

اور ان کا نام اصحاب الرائے اس لئے رکھا گیا ہے کہ وہ قیاس کی علت کی جستجو میں خاص اہتمام کرتے ہیں اور اس معنیٰ کے حاصل کرنے کے درپے ہوتے ہیں جو احکام سے مستنبط ہوتا ہے اور حوادث کو ان پر مبنی قرار دیتے ہیں۔

علامہ ابن خلدون اصحاب الرائے پر گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''فاستکثروا من القیاس ومھروا فیہ فلذالک قیل اھل الرأی ''[17]

انہوں نے بکثرت قیاس سے کام لیا اور اس میں اُن کو مہارت حاصل ہو گئی اور اسی مہارت فی القیاس کی وجہ سے ان کو اہل الرائے کہا جاتا ہے۔

حافظ ذہبیؒ امام ربیعۃ بن ابی عبدالرحمٰن الرائی کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

''وکان اماماً حافظاً فقیھاً مجتھداً بصیراً بالرّأی ولذالک یقال لہ ربیعۃ الرأی''[18]

وہ امام، حافظ، فقیہ، مجتہد اور رائے و قیاس کے بڑے ماہر تھے اسی لئے ان کو ربیعۃ الرائی کہا جاتا ہے۔

ان عبارات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اصحاب الرائے کو اصحاب الرائے اس لئے نہیں کہا جاتا کہ وہ معاذ اللہ اپنی رائے کو حدیث پر مقدم کرتے ہیں بلکہ وہ اس لئے اصحاب الرائے کہلاتے ہیں کہ ان کی رائے بڑی دقیق، عقل بڑی تیز اور بصیرت بڑی گہری ہوتی ہے اور حدیث کے مشکل معانی کو سمجھنے کی اہلیت رکھتے ہیں۔

---

[16] *Sheristany,* ***Al-Milal wa Al-Nihal,****2:12*
[17] *Ibn-e-Khalledoon,* ***Tarikh Ibn-e-Khalledoon,****1:564*
[18] *Zahby, Shams-ud-Din Muhammad bin Ahmad,****Tazkirat Al-Huffaz,****(Dar Al-Kutub Al-Elmeyyah, Bearut),1:118*

کیاحدیث کے سمجھنے کے لئے رائے ضروری ہے:

رائے کے معنی و مفہوم کی وضاحت کے بعد یہ ضروری ہوتا ہے کہ جانا جائے کیا رائے کے بغیر حدیث سمجھی جا سکتی ہے؟ اگر سمجھی جا سکتی ہے تو پھر رائے کو لینے کی کیا ضرورت ہے؟

امام محمدؒ سے منقول ہے:

"لا يستقيم الحديث الا بالرأى اى باستعمال الرأى فيه بان يدرک معانيه الشرعية التى هى مناط الاحكام ولا يستقيم الرأى الا بالحديث اى لا يستقيم العمل بالرّأى والاخذ به الا بانضمام الحديث اليه"[19]

حدیث رائے کے استعمال ہی سے درست ہو سکتی ہے بایں طور کہ حدیث کے شرعی معانی جو احکام کے لئے مناط ہیں رائے ہی سے ادراک کیے جا سکتے ہیں اور رائے بھی بدون حدیث کے درست نہیں ہو سکتی یعنی محض رائے پر عمل کرنا درست نہیں ہو سکتا تاوقتیکہ اس رائے کے ساتھ حدیث نہ مل جائے۔

امام ابن حجر مکی الشافعیؒ فرماتے ہیں:

"وقد قال المحققون لا يستقيم العمل بالحديث بدون استعمال الرأى فيه اذهو المدرک لمعانيه التى هى مناط الاحكام ومن ثمه لما لم يكن لبعض المحدثين تأمل لمدرک التحريم فى الرضاع قال بان المرتضعين بلبن شاة تثبت بينهما المحرمية ولا العمل بالرأى المحض ومن ثم لم يفطر الصائم بنحو الأكل ناسيا"[20]

محققین نے فرمایا ہے کہ بغیر استعمال رائے کے عمل بالحدیث درست نہیں ہو سکتا کیونکہ رائے ہی سے معانی کا ادراک ہوتا ہے جس پر احکام کا دارومدار ہے اور اسی وجہ سے جب بعض محدثین کو رضاعت کی تحریم کی علت کا ادراک نہ ہو سکا تو اس نے یوں کہہ دیا کہ بکری کا دودھ پینے والے دو بچوں کے درمیان رضاعت کا حکم ثابت ہے اور اسی طرح رائے محض پر بھی عمل صحیح نہیں ہے اور یہی وجہ ہے کہ بھول چوک سے روزہ کھانے والے کا روزہ نہیں ٹوٹتا۔

---

[19] *Uthmani,* ***Muqaddimah Fathul-Mulhim,*** *192*
[20] *Ibn-e-Hajar Makki, Ahmad bin Hajar,* ***Al-Khyrat Al-Hassan fee Mnaqib Al-Eyman,****(Matba' Al-S'adat, Egypt), 82*

ان عبارات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ نری رائے کوئی حقیقت اور وقعت نہیں رکھتی جب تک کہ اس کی بنیاد حدیث پر نہ رکھی جائے اور حدیث بھی بسا اوقات رائے کے بغیر سمجھ نہیں آسکتی۔ یہی وجہ ہے کہ رائے کہ بغیر حدیث سمجھنے والوں سے یہ خطا ہوئی کہ انہوں نے اس لڑکی اور لڑکا (جو نہ نسبی بہن بھائی ہیں اور نہ رضاعی) کو باہم بہن بھائی کہا جنہوں نے ایک بکری کا دودھ پی لیا ہو، لہٰذا ان کا آپس میں نکاح درست نہ ہوگا۔ اسی طرح صرف رائے بھی حدیث کے بغیر کچھ نہیں جیسے کے بھول کر روزے میں کھانے پینے والے کے لئے رائے روزہ ٹوٹ جانا کہتی ہے لیکن حدیث " **الله اطعمک وسقاک**"[21] کی وجہ سے اس رائے کا کوئی اعتبار نہیں۔

لہٰذا ثابت ہوا کہ نری رائے حدیث کے بغیر گمراہی ہے اور حدیث رائے کے بغیر سمجھی نہیں جا سکتی۔

وہ صحابہ جو رائے کا استعمال کرتے تھے:

قرآن وسنت کے منصوص مسائل کے علاوہ غیر منصوص مسائل میں ائمہ مجتہدین ہمیشہ سے اجتہاد کرتے آئے ہیں اور ان مسائل کے حل کے لئے اپنی رائے استعمال کرتے آئے ہیں بلکہ خود آنحضرت ﷺ نے اپنے صحابہ کی تربیت اسی نہج پر کی ہے چنانچہ آپ ﷺ نے جب حضرت معاذؓ کو یمن کا عامل اور گورنر بنا کر بھیجنا چاہا تو آپ نے اُن پوچھا اے معاذ!

"کیف تقضی ان عرض لک قضاء قال اقضی بکتاب الله قال فان لم تجد فی کتاب الله قال فبسنة رسول الله ﷺ قال فان لم تجد فی سنة رسول الله ﷺ ولا فی کتاب الله قال اجتهد برائی ولا آلو فضرب رسول الله ﷺ صدره فقال الحمد لله الذی وفق رسولَ رسولِ الله ﷺ لما یرضی رسول الله صلی الله علیه وسلم "[22]

جب تیرے سامنے کوئی جھگڑا آئے تو اس میں تو کیسے فیصلہ کرے گا؟ انہوں نے فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ کی کتاب کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ کی کتاب میں تجھے نہ ملے تو پھر تو کیا کرے گا؟ وہ کہنے لگے کہ پھر میں سنتِ رسول ﷺ کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ آپ نے فرمایا کہ اگر سنت رسول اللہ اور کتاب اللہ میں تجھے نہ مل سکے تو پھر تو کیا کرے گا؟ انہوں نے فرمایا کہ پھر میں

---

[21] *Abu Daud, Suleman Bin Al-Ash'as, **Sunan Abi Daud,** (Al-Maktaba Al-Asriyya, Bearut),2:315*
[22] *Abu Daud, **Sunan Abi Daud,** 3:303*

The Scholar Islamic Academic Research Journal
Vol. 5, No. 2 || July -December 2019 || P. 38-64
https://doi.org/10.29370/siarj/issue9ar3

اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا اور اس میں کسی قسم کی کوئی کوتاہی نہ کروں گا۔آپ نے حضرت معاذؓ کی چھاتی پر (شفقت کی وجہ سے) دست مبارک مارا اور پھر فرمایا اللہ تعالیٰ کی تعریف اور حمد ہے جس نے رسول اللہ (ﷺ) کے قاصد کو اس چیز کی توفیق عطا فرمائی جس پر اللہ تعالیٰ کا رسول راضی ہے۔

شیخ الاسلام علامہ ابن عبدالبر مالکیؒ اس حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں:

''وحدیث معاذ صحیح مشهور رواه الائمة العدول وهو اصل فی الاجتهاد والقیاس علی الاصول''[23]

حضرت معاذؓ کی یہ حدیث صحیح اور مشہور ہے اس کو عادل ائمہ نے روایت کیا ہے اور یہ حدیث اجتہاد اور قیاس علی الاصول کے لئے ایک اصل اور مدار ہے۔

اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جن نوازل وحوادث اور مسائل پر قرآن وحدیث سے روشنی نہ پڑتی ہو ان میں کتاب وسنت کی روشنی میں اجتہاد ورائے سے کام لینا نہ صرف یہ کہ جائز ہی ہے بلکہ اس پر جناب رسول اللہ ﷺ بے حد مسرور اور خوش بھی ہیں، حضرت معاذؓ کے صراحتاً ''اجتہد برائی'' پر آنحضرت ﷺ نے اپنی رضا اور باری تعالیٰ کی رضا کی مہر ثبت کر دی ہے۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ کا غیر منصوص مسائل میں معمول:

حضرت ابو بکر صدیقؓ کا معمول یہ تھا کہ اگر ان کے سامنے کوئی مسئلہ پیش ہوتا تو وہ سب سے پہلے قرآن کریم سے اس کا حل تلاش کرتے اگر نہ ملتا تو پھر سنت رسول ﷺ سے اس کا حل تلاش کرتے اور اگر سنت سے بھی اس کا حل نہ ملتا تو پھر آپؓ اپنی رائے سے اسے حل فرماتے، طبقات ابن سعد میں ہے:

''ان ابا بكر اذا نزلت به قضية لم يجد لها فى كتاب الله أصلاً ولا فى السنة اثراً فقال اجتهد برائى فان لم يكن صوابا فمن الله وان يكن خطأ فمنّى واستغفرالله ''[24]

---

[23] *Ibn-e-Abd Al-Bar, Yousaf bin Abd-ul-llah,**Jame' Biyan Al-Elm wa Fazlehy,**(Dar Ibn-al-Jawzy, Saudia Arabia), 2:893*

[24] *Ibn-e-Sa'd, Muhammad bin Sa'd,* ***Al-Tabaqat Al-Kubra',****(Dar Al-Kutub Al-Elmiyyah, Bearut),3:132*

جب ان کے پاس کوئی مقدمہ پیش ہوتا تھا تو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ میں اگر ان کو اس کی وضاحت نہ ملتی تو فرماتے کہ میں اپنی رائے سے اجتہاد کرتا ہوں اگر درست ہو گیا تو اللہ تعالیٰ کی عنایت ہو گی ورنہ میری خطا ہو گی اور میں اللہ تعالیٰ سے معافی چاہتا ہوں۔

اسی طرح اگر کہیں پر دوسرے حضرات کی رائے لینے کی ضرورت پیش آتی تو آپؓ دوسرے ذی الرائے صحابہ سے بھی رائے لیتے اور اتفاقِ رائے سے اس نئے مسئلہ کا حل پیش کرتے چنانچہ سنن دارمی میں ہے:

حضرت ابو بکرؓ کے سامنے جب کوئی اہم معاملہ در پیش ہوتا تو اس کو کتاب وسنت میں تلاش کرتے اگر وہاں سے بھی کامیابی حاصل نہ ہوتی تو امت کے بہترین افراد کو جمع کر کے ان سے رائے لیتے اور اتفاق رائے سے جو طے ہوتا اسی پر فیصلہ صادر فرمادیتے۔[25]

امام عبداللہ بن عبدالرحمٰن الدارمیؒ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو بکرؓ سے یہ مضمون نقل کیا ہے اور اس کے آخر میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ:

"فاذا اجتمع رأیهم علی امر قضیٰ به"[26]

جب ان حضرات کی رائے ایک امر پر جمع ہو جاتی تو حضرت ابو بکرؓ اس کے مطابق فیصلہ کر دیتے تھے۔

حضرت عمر فاروقؓ اور رائے کا استعمال:

حضرت عمر فاروقؓ جب ایسے مسائل میں جن میں نص موجود نہ ہوتی، فتویٰ دیتے تو فرماتے تھے کہ:

"هذا ما رأی عمر فان یکن صوابا فمن الله وان یکن خطاء فمن عمر"[27]

---

[25] *Dar'my, Muhammad Abd-ul-llah bin Abd-ur-Rahman,**Sunan Al-Dar'my,** (Dar Al-Mughny Le al-nashar wa al-tawzey, Saudia Arabia)1:262*

[26] *Dar'my, **Sunan Al-Dar'my,** 1:262*

[27] *Ibn-e-Al-Qayyam Al-Jawzy,Muhammad Bin Abi Bakar, **E'lam Al-Muwqq'eyn A'n Rab Al-A'lamyn,**(Dar Al-Kutub Al-Elmiyyah, Bearut)1:43*

The Scholar Islamic Academic Research Journal
Vol. 5, No. 2 || July -December 2019 || P. 38-64
https://doi.org/10.29370/siarj/issue9ar3

یہ عمر کی رائے ہے اگر درست ہوئی تو اللہ تعالیٰ کا احسان ہوگا اور اگر خطا ہوئی تو عمر کی خطا سمجھنا۔

حضرت عمرؓ کو جن مسائل میں اشکالات پیش آئے تھے ان میں ایک وراثتِ جد کا مسئلہ بھی تھا جب ان کو فیروز نے زخمی کیا تو اس موقع پر حضرت عمرؓ نے ارشاد فرمایا:

"انی رأیت فی الجد رأیا فان رأیتم ان تتبعوہ فقال عثمان ان نتبع رأیک فھو رشد وان نتبع رأی الشیخ قبلک فنعم ذی الرأی کان"[28]

میں نے دادا کے بارے میں ایک رائے قائم کی ہے اگر تمہارا خیال ہو تو اس کی پیروی کرو۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ اگر ہم آپ کی رائے کی پیروی کریں تو وہ کیا ہی بھلی رائے ہے اور اگر ہم آپ سے پہلے بزرگ (حضرت ابو بکرؓ) کی رائے کی پیروی کریں تو وہ بھی صاحب الرائے تھے۔

حضرت علیؓ اور رائے:

حضرت علیؓ سے جس وقت حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے خلافت کے بارے میں سوال کیا کہ اے علی اگر میں تجھے خلیفہ چن لوں تو بتاؤ کہ تم کتاب اللہ اور سنتِ رسول ﷺ اور ابو بکر و عمرؓ کے طریقہ پر چلوگے تو حضرت علیؓ نے فرمایا:

"احکم بکتاب اللہ وسنۃ رسولہ واجتھد رائی"[29]

میں کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کے مطابق عمل کروں گا اور اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور رائے:

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بھی غیر منصوص مسائل میں اجتہاد ورائے اختیار فرماتے اور اسی کا حکم بھی

[28] *Neyshapoory,Al-Hakim Muhammad Bin Abd-ul-llah,**Mustadrak-e-Hakim,** (Dar Al-Kutub Al-Elmiyyah, Bearut)4:377*
[29] *Mulla Ali Qari, Ali Bin Sultan Muhammad, **Minah Rowz Al-Anhur fee Sharh Al-Fiqh Al-Akbar,** (Dar Al-Basha'er Al-Islamiya, Bearut), 196*

دیتے تھے ،آپؓ اگر کسی مسئلہ میں قرآن وسنت سے نص نہ ملتی تو پھر صلحاء کے اتفاق کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیتے لیکن اگر وہاں سے بھی کچھ نہ ملتا تو پھر فرماتے:

''فليجتهد رأيه فان لم يحسن فليقر ولا يستحى ''[30]

پھر اپنی رائے سے اجتہاد کرے اور اگر رائے کا مالک نہ تو صاف اقرار کرے اور اس میں حیا نہ کرے۔

یہ روایت تھوڑی سی تبدیلی کے ساتھ دارمی میں بھی موجود ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں:

''فان لم يكن فيما أجمع عليه المسلمون فاجتهد رأيک ''[31]

سو اگر مسلمانوں کے اجماع سے بھی وہ حل نہ ہوسکے تو پھر تم اپنی رائے سے اجتہاد کرو۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور رائے:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا یہ معمول تھا کہ کتاب وسنت کے بعد حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ سے ان کو کوئی ثبوت نہ مل سکتا تو پھر وہ اپنی رائے استعمال کرتے تھے اور ایسے مسائل کے بارے میں آتا ہے:

''قال فيه برأيه''[32]

اس میں اپنی رائے سے عمل کرتے۔

حضرت عمرؓ کی حضرت ابو موسی الاشعریؓ کو نصیحت:

حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت ابو موسی الاشعریؓ کو ایک خط لکھا جس میں انہیں یہ بھی لکھا کہ:

''فيما يختلج فى صدرک مما لم يبلغک فى القرأن والسنة فتعرف الامثال والاشباه ثم قس الامور عند ذالک''[33]

---

[30] *Al-Hakim,**Mustadrak-e-Hakim,**4:106*
[31] *Dar'my, **Sunan Al-Dar'my,** 1:269*
[32] *Dar'my, **Sunan Al-Dar'my,** 1:265*
[33] *Byhaqi,Ahmad Bin Hussain, **Al-Sunan Al-Kubr'a,** (Dar Al-Kutub Al-Elmiyyah, Bearut),10:197*

اگر کوئی ایسا مسئلہ تیرے دل میں تردد کا ذریعہ بنے جس میں قرآن وسنت سے روشنی نہ پڑتی ہو تو امثال ونظائر کو پہچان کر اس وقت ان امور کو قیاس کرو۔

صحابہ کرام اور رائے:

مذکورہ بالا حوالہ جات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ صحابہ کرامؓ کا مزاج، منہج اور طرز عمل یہ تھا کہ وہ کسی نئے پیش آمدہ مسئلہ میں سب سے پہلے قرآن کریم کی طرف رجوع کرتے تھے اگر وہاں سے انہیں راہنمائی نہ ملتی تو پھر سنت رسول ﷺ کی طرف رجوع کرتے اگر وہاں سے بھی رہنمائی نہ ملتی تو پھر اپنے اجتہاد اور رائے سے اس مسئلے کا حل تلاش کرتے تھے صحابہ کرامؓ کا اجتہاد کرنا اور رائے سے کام لینا معروف ومشہور ہے چنانچہ ابو محمد زہرہ مصری لکھتے ہیں کہ:

"ان الحكم بالرأى من اصحاب رسول الله ﷺ مشهور واحتمال الخطأ فى اجتهادهم ثابت اذ ليسوا بمعصومين عن الخطأ ---الخ"[34]

رائے کے مطابق حکم کرنا آنحضرت ﷺ کے صحابہ سے مشہور ہے اور ان کے اجتہاد میں بھی خطاء کا احتمال ثابت ہے کیونکہ وہ خطا سے معصوم تو نہ تھے۔

ان تمام عبارات یہ بات واضح ہوتی ہے کہ غیر منصوص مسائل میں قرآن، حدیث اور اجماع کے بعد حضرات صحابہ کرام، تابعین، فقہاء اور متکلمین وغیرہ سب کے نزدیک قیاس ورائے شرعی حجت ہے اور توحید وغیرہ عقائد کے بنیادی مسائل کے علاوہ اس سے احکام کا اثبات جمہور اہلِ اسلام اور جملہ اہلِ سنت کا اتفاقی مسئلہ ہے۔ کچھ لوگ اس کے خلاف بھی گئے ہیں لیکن جمہور کے قول کے مقابلہ میں مخالف رائے بے وقعت ہو کر رہ جاتی ہے اور اسے دلائل وبراہین کی دنیا میں تسلیم نہیں کیا جاسکتا۔

امام ابو حنیفہؒ کب رائے استعمال کرتے تھے؟

اصحاب الرائے میں امام ابو حنیفہؒ کو امام اصحاب الرائے کہا جاتا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ یہ بات واضح کی جائے کہ امام ابو حنیفہؒ رائے کا استعمال کب کرتے تھے؟ تاکہ ان کے اور صحابہ کرامؓ کے استعمال رائے کے مواقع کو جان کر صواب وعدمِ صواب تک رسائی ممکن ہوسکے۔ امام ابو حنیفہؒ خود یہ فرماتے ہیں:

---

[34] *Abu Zuhra, Muhammad Bin Ahmad,* ***Abu Hanifa Hayatohu wa Asrohu wa Ar'auhu,*** *(Dar Al-Fikar Al-Arabi, Egypt),270*

Vol. 5, No. 2 || July -December 2019 || P. 38-64
https://doi.org/10.29370/siarj/issue9ar3

"آخذ بكتاب الله فما لم أجد فبسنة رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فإن لم أجد في كتاب الله ولا سُنَّةُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أخذت بقول أصحابه، آخذ بقول من شئت منهم، وأدع من شئت منهم ولا أخرج من قولهم إلى قول غيرهم. فَأَمَّا إِذَا انتهى الأمر– أَوْ جاء– إلى إِبْرَاهِيم، وَالشَّعْبِيّ، وابن سيرين، وَالحَسَن، وعطاء، وَسَعِيد بن المسيب– وعدد رجالا– فقوم اجتهدوا فأجتهد كما اجتهدوا۔"[35]

کہ میں کتاب اللہ کو لیتا ہوں اگر اس میں حکم نہیں پاتا تو سنت رسول اللہ ﷺ کو لیتا ہوں اور اگر کتاب وسنت میں حکم نہیں پاتا تو حضرات صحابہ کرامؓ کے قول کو لیتا ہوں ان میں سے جس کے قول کو چاہتا ہوں لے لیتا ہوں اور جس کا قول چاہتا ہوں چھوڑ دیتا ہوں لیکن سب حضرات صحابہؓ کے قول کر چھوڑ کر کسی اور کے قول کو نہیں لیتا اور جب معاملہ ابراہیم، شعبی، ابن سیرین، حسن، عطاء، سعید بن المسیب تک (اور ان کے علاوہ کچھ اور حضرات کے نام بھی گنے) پہنچتا ہے تو جیسے انہوں نے اجتہاد کیا میں بھی اجتہاد کرتا ہوں۔

علامہ ذہبیؒ امام یحیٰ بن معین کے طریق سے امام ابو حنیفہؒ کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ:

"أخذ بكتاب الله فمالم اجد فبسنة رسول الله والأثار الصحاح عنه التى فشئت فى ايدى الثقات عن الثقات فان لم اجد فبقول اصحابه أخذ بقول من شئت واما اذا انتهى الامر الى ابراهيم والشعبى والحسن وعطاء فاجتهد كما اجتهدوا"[36]

میں اللہ تعالیٰ کی کتاب پر عمل کرتا ہوں اگر اس میں حکم نہ ملے تو سنت رسول اللہ ﷺ اور ان آثارِ صحیحہ پر عمل کرتا ہوں جو ثقہ راویوں سے ثقہ راویوں میں پہنچ کر پھیل چکے ہوں اگر اس میں بھی کامیابی نہیں ہوتی تو میں آپ کے حضرات صحابہ کرام کے اقوال میں سے جس کو پسند کرتا ہوں لے لیتا ہوں اور جب نوبت ابراہیم، شعبی، حسن اور عطاء تک پہنچتی ہے تو انہوں نے بھی اجتہاد کیا اور میں بھی اجتہاد کرتا ہوں۔

[35] *Khatib Al-Baghdady, Ahmad Bin Ali , **Tarikh-e-Baghdad,**(Dar Al-Kutub Al-Elmiyyah, Bearut), 13:365*
[36] *Zahby,Muhammad Bin Ahmad, **Manaqib Al-Imam Abi Hanifa,** (Ehya Al-Ma'rif Al-Numaniya, Hyderabad Dakan,India), 34*

The Scholar Islamic Academic Research Journal
Vol. 5, No. 2 || July -December 2019 || P. 38-64
https://doi.org/10.29370/siarj/issue9ar3

امام عبدالوہاب الشعرانیؒ امام ابوحنیفہؒ سے نقل کرتے ہیں:

"ماجاء عن رسول الله ﷺ بابی هو وامی فعلی الرأس والعين وماجاء عن اصحابه تخيّرنا وما جاء عن غيرهم فهم رجال ونحن رجال"[37]

کہ جو حکم جناب رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہو میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں تو وہ سر آنکھوں پر اور جو چیز آپ کے حضرات صحابہ سے آئے تو ہم ان کے اقوال میں سے کسی کو اختیار کرلیتے ہیں اور اگر غیر صحابہ سے آئے تو وہ بھی ہماری طرح کے انسان ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ چونکہ حضرت امام صاحب بھی بالاتفاق رؤیت کے اعتبار سے تابعی ہیں اس لحاظ سے تابعین کے ساتھ ان کے تفقہ واجتہاد میں مزاحمت اور علمی اور تحقیقی رسہ کشی کوئی قابلِ انکار بات نہیں اور "ہم رجال ونحن رجال" بے موقع اور بے محل نہیں۔

قرآن وسنت کے خلاف رائے کے بارے میں بھی خود امام ابوحنیفہؒ سے منقول ہے:

"ليس لاحد ان يقول برأيه مع كتاب الله تعالیٰ ولا مع سنة رسول الله ﷺ ولا مع ما اجمع عليه أصحابه "[38]

کسی شخص کو کتاب اللہ وسنت رسول اللہ کے مقابلے میں رائے کا کوئی حق حاصل نہیں اور اسی طرح جس چیز پر حضرات صحابہ کا اجماع واقع ہو چکا ہو اس کے مقابلے میں بھی کسی کو رائے پیش کرنے کا حق نہیں۔

ان تمام عبارات سے یہ بات بالکل واضح ہوتی ہے کہ جس طرح حضرات صحابہ کرامؓ کسی مسئلہ کے حل میں سب سے پہلے قرآن کریم اور اس میں نہ ملنے کی صورت میں حدیث کی طرف رجوع کرتے تھے امام ابوحنیفہؒ بھی بعینہٖ اسی طرح پہلے کلام اللہ اور پھر سنت رسول ﷺ کی طرف رجوع کرتے ہیں اور امام ابوحنیفہؒ سنت رسول ﷺ میں نہ ملنے کے بعد اقوالِ صحابہ اور اجماعِ امت کی طرف جاتے ہیں اور وہاں سے بھی روشنی نہ ملنے پر رائے کا استعمال کرتے ہیں جیسا کہ حضرات صحابہ کرام آخری مرحلے میں اپنی رائے کا استعمال کرتے تھے۔ لہٰذا امام ابوحنیفہؒ کا یہ طرز اور منہج کسی طرح بھی مذموم ومطعون نہیں ٹھہرتا۔

---

[37] *Sheyrany,**Meezan Al-Kubr'a,** 1:38*
[38] *Ibn-e-Hajar Makki**Al-Khyrat Al-Hassan fee Mnaqib Al-Eyman,** 30*

The Scholar Islamic Academic Research Journal
Vol. 5, No. 2 || July -December 2019 || P. 38-64
https://doi.org/10.29370/siarj/issue9ar3

امام ابو حنیفہؒ پر رائے (مذموم) کا الزام اور خود ان کا جواب:

امام ابو حنیفہؒ نے جہاں آخری مرحلے میں اپنی رائے واجتہاد سے کام لیا ہے تو اس کی بناء بھی کسی نا کسی اثر پر ضرور ہوتی ہے لیکن ہر کس و ناکس کی اس تک رسائی ممکن نہیں اسی وجہ سے امام ابو حنیفہؒ کے زمانے میں بھی کچھ لوگوں نے امام ابو حنیفہؒ کے بارے میں یہ طعنہ دینا شروع کیا کہ آپ قرآن وسنت کے برخلاف اپنی رائے پر فتویٰ دیتے ہیں تو امام ابو حنیفہؒ نے ان کے جواب میں فرمایا:

"عجباللناس یقولون افتی بالّرأی ما افتی الّا بالاثر "[39]

لوگوں پر تعجب ہے جو یہ کہتے ہیں کہ میں رائے سے فتویٰ دیتا ہوں حالانکہ میں تو حدیث کے مطابق فتویٰ دیتا ہوں۔

امام ابو حنیفہؒ کے اقوال دراصل حدیث کی ہی تشریح وتوضیح ہوتی تھی فرق صرف اتنا تھا کہ آپ عبارۃ النص کے علاوہ اشارۃ النص، دلالۃ النص اور اقتضاء النص سے بھی استدلال کیا کرتے تھے یہی وجہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں:

"لا تقولوا رأی ابی حنیفة ولکن قولوا انه تفسیر الحدیث "[40]

تم یہ نہ کہا کرو کہ ابو حنیفہؒ کی رائے ہے بلکہ یوں کہا کرو کہ وہ حدیث کی تفسیر ہے۔

امام ابو حنیفہؒ کے اقوال فہم حدیث کے لئے ضروری ہیں امام عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں:

"علیکم بالاثر ولا بد للاثر من ابی حنیفة فیعرف به تاویل الحدیث ومعناه "[41]

حدیث واثر کا لینا تم پر لازم ہے لیکن اثر کے لئے امام ابو حنیفہؒ کی ضرورت ہے تاکہ ان کی وجہ سے حدیث کی تفسیر اور اس کا معنیٰ سمجھا جاسکے۔

---

[39] *Ibid*

[40] *Muhayyud-din, **Al-Jawahir Al-Muzeyyah fee Tabaqat Al-Hanafiyyah**,1:460*

[41] *Sadar Al-A'emma, Muwaffiq Bin Ahmad Makki, **Manaqib Al-Imam Al-A'zam,**2:53*

The Scholar Islamic Academic Research Journal
Vol. 5, No. 2 || July -December 2019 || P. 38-64
https://doi.org/10.29370/siarj/issue9ar3

سفیان بن عیینہؒ کی امام ابو حنیفہؒ کے اقوال کی بنیاد حدیث پر ہونے کی شہادت:

مشہور محدث علی بن خشرمؒ کا بیان ہے کہ:

"کنا فی مجلس سفیان بن عیینة فقال یا اصحاب الحدیث تعلموا فقه الحدیث لا یقهرکم اصحاب الرأی ما قال ابوحنیفة شیئاً الّا ونحن نروی فیه حدیثا او حدیثین"[42]

ہم امام سفیان بن عیینہؒ کی مجلس میں تھے انہوں نے فرمایا کہ اے اصحاب الحدیث تم حدیث میں تفقہ پیدا کرو ایسا نہ ہو کہ اصحاب الرائے تم پر غالب آجائیں امام ابو حنیفہؒ نے کوئی چیز ایسی نہیں کہی جس میں ہم ایک یا دو حدیثیں نہ روایت کرتے ہوں۔

یہاں تک کی عبارات سے یہ بات واضح اور ثابت ہوتی ہے کہ امام ابو حنیفہؒ نے سابقین کی طرح رائے مذموم اختیار نہیں کی ان کے اجتہاد کی بنیاد کسی نا کسی اثر پر رہی ہے۔ اسی وجہ سے ان کا اصحاب الرائے ہونا کوئی موجبِ تنقیص نہیں کیونکہ انہیں اصحاب الرائے اس وجہ سے نہیں کہا جاتا تھا کہ وہ منصوص مسائل میں قرآن وسنت کے خلاف اپنی رائے کا استعمال کرتے تھے، جیسا کہ بعض لوگوں کو یہ غلط فہمی ہے، اس بات کی وضاحت امام ابن حجر مکیؒ فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اعلم ان یتعین علیک ان لاتفهم من اقوال العلماء عن ابی حنیفة واصحابه انهم اصحاب الرأی ان مرادهم بذالک تنقیصهم ولا نسبتهم الی انهم یقدمون رأیهم علی سنة رسول الله ﷺ ولا علی قول اصحابه لانهم برآء من ذلک فقد جاء عن ابی حنیفة من طرق کثیرة ما ملخصه انه اوّلاً یأخذ بما فی القرآن فان لم یجد فبالسنة فان لم یجد فبقول الصحابة فان اختلفوا اخذ بما کان اقرب الی القرأن او السنة من اقوالهم ولم یخرج عنهم فان لم یجد لاحد منهم قولاً لم یأخذ بقول احد من التابعین بل یجتهد کما اجتهدوا۔"[43]

خوب جان لو کہ تم پر یہ بات لازم ہے کہ تم علماء کے ان اقوال سے جن میں انہوں نے امام ابو حنیفہؒ اور ان کے اصحاب کو اہل الرائے کہا ہے یہ نہ سمجھو کہ وہ اس سے ان کی تنقیص کرنا چاہتے ہیں اور نہ ان کی اس سے یہ مراد ہے کہ وہ اپنی

[42] *Neeshapoory, Al-Hakim Muhammad Bin Abd-ul-llah, **Ma'rifat-e-Uloom Al-Hadith,**(Dar Al-Kutub Al-Elmiyyah, Bearut),66*
[43] *Ibn-e-Hajar Makki**Al-Khyrat Al-Hassan fee Mnaqib Al-Eyman,** 30*

The Scholar Islamic Academic Research Journal
Vol. 5, No. 2 || July -December 2019 || P. 38-64
https://doi.org/10.29370/siarj/issue9ar3

رائے کو سنت رسول ﷺ اور آپ کے حضرات صحابہؓ کے قول پر مقدم کرتے ہیں حاشا وکلا وہ اس سے بالکل بری اور بیزار ہیں کیونکہ امام ابو حنیفہؒ سے متعدد طرق سے یہ آیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ سب سے پہلے قرآن پر عمل کرتے تھے اگر اس میں ان کو حکم نہ ملتا تو سنت پر عمل کرتے تھے اگر سنت بھی نہ ملتی تو حضرات صحابہؓ کا قول لیتے اگر حضرات صحابہؓ کا اختلاف ہوتا تو ان کا جو قول قرآن یا سنت کے قریب تر ہوتا اس کو لے لیتے اور ان کے قول سے خارج نہ ہوتے اور اگر حضرات صحابہؓ کا قول بھی ان کو نہ ملتا تو تابعین کا قول نہ لیتے بلکہ جیسا کہ انہوں نے اجتہاد کیا ہے اسی طرح وہ خود بھی اجتہاد کرتے تھے۔

امام ابن حجر مکیؒ کے اس وضاحت کے بعد مزید کی تشریح وتوضیح کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

مذموم رائے کے بارے میں حقیقت وضاحت:

بعض احادیث، آثارِ صحابہ اور اقوالِ علماء سے رائے کی مذمت اور قباحت بھی ثابت ہے جس کی وضاحت ضروری ہے کیونکہ اس کی توضیح کے بغیر یہ شبہ پیدا ہوسکتا ہے کہ یہ مذمت ہر طرح کی رائے سے متعلق ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو کبار صحابہ کرام رائے کا استعمال کیوں اور کیسے کرتے؟ حضرت معاذؓ کے رائے سے فیصلہ دینے کی تصویب آنحضرت ﷺ کیونکر کرتے؟ لہذا یہ ضروری ہے کہ واضح ہو کہ ایسی رائے سے کیا مراد ہے چنانچہ امام بیہقیؒ حضرت عمرؓ کی رائے کی مذمت میں روایت بیان کرتے ہوئے اس کی تشریح میں فرماتے ہیں:

"وانما اراد به والله أعلم الرأى الذى لا يكون مشبها باصل وفى معناه ورد ماروى عنه وعن غيره فى ذم الرأى فقد روينا عن اكثرهم اجتهاد الرأى فى غير موضع النص -والله أعلم " [44]

اس سے واللہ اعلم ایسی رائے مراد ہے جو کسی اصل کے مشابہ اور اس پر مبنی نہ ہو اور اسی کے معنی میں ہے جو حضرت عمرؓ اور ان کے علاوہ دیگر حضرات سے رائے کی مذمت میں وارد ہوا ہے ہم نے اکثر کی یہ روایت بیان کر دی ہے کہ جہاں نص نہیں ہوتی تھی تو وہاں وہ رائے اور اجتہاد سے کام لیتے تھے۔

اسی طرح امام بیہقیؒ حضرت علیؓ سے مروی رائے کی مذمت پر روایت کی تشریح میں فرماتے ہیں۔

[44] *Byhaqy,**Al-Sunan Al-Kubr'a,** 10:200*

"ان الخبر ورد فيمن اجتهد رأيه وهو من غير اهل الاجتهاد فان كان من اهل الاجتهاد فاخطأ فيما يسوغ فيه الاجتهاد رفع عنه خطاؤه ان شاء الله تعالیٰ بحکم النبی ﷺ فی حدیث عمرو بن العاص وأبی هريرة"[45]

کہ یہ حدیث اس شخص کے بارے میں آئی ہے جو اپنی رائے سے اجتہاد کرے مگر اہلِ اجتہاد سے نہ ہو سو اگر وہ اہلِ اجتہاد سے ہو اور ایسی چیز میں اجتہاد کرے جس میں اجتہاد کی گنجائش ہے تو اس سے ان شاء اللہ آنحضرت ﷺ کے حکم کے مطابق جیسا کہ حضرت عمروؓ بن العاص اور حضرت ابو ھریرۃؓ سے مروی ہے خطا بالکل رفع ہو جائے گی۔

شیعہ دراصل یہ اعتراض کرتے ہیں کہ سارے اہلِ سنت قیاس اور عمل بالرائے پر عامل ہیں اور انہوں نے خدا تعالیٰ کے دین میں ایسی چیز داخل کردی جو دین میں سے نہیں ہے اور احکامِ شریعت کو بدل ڈالا اور چار مذہب بنا رکھے ہیں جو نہ تو آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں تھے اور نہ حضرات صحابہ کرامؓ کے دور میں حالانکہ صحابہ کرامؓ نے ترکِ قیاس کی تاکید کی ہے اور انہوں نے یہ کہا ہے کہ سب سے پہلے ابلیس نے قیاس کیا ہے۔[46]

اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے علامہ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:

"الوجه التاسع قوله الصحابة نصوا على ترک القياس يقال له الجمهور الذين يثبتون القياس قالوا قد ثبت عن الصحابة انهم قالوا بالرّأی واجتهاد الرأی وقاسوا كما ثبت عنهم ذم ماذموه من القياس قالوا وكلا القولين صحيح فالمذموم القياس المعارض للنص"[47]

نویں وجہ یہ ہے کہ رافضی کا یہ کہنا کہ حضرات صحابہ نے ترکِ قیاس کی تاکید کی ہے اس کے جواب میں یہ کہا جائے گا کہ جمہور جو قیاس کو ثابت کرتے ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ سے قول بالرائ اور اجتہاد و قیاس بھی ثابت ہے جس طرح کہ ان سے قیاس کی مذمت ثابت ہے اور حضرات صحابہ کرام کے یہ دونوں قول صحیح

[45] *Byhaqy,**Al-Sunan Al-Kubr'a,** 10:200*
[46] *Ibn-e-Tymiyyah, Ahmad Bin Abd Al-Haleem,**Minhaj Al-Sunnat Al-Nabawiyyah,** (Jami'a Al-Imam Muhammad bin Saud Al-Islamiya, Saudia Arabia),3:401*
[47] *Ibn-e-Tymiyyah, **Minhaj Al-Sunnat Al-Nabawiyyah,**3:412*

The Scholar Islamic Academic Research Journal
Vol. 5, No. 2 || July -December 2019 || P. 38-64
https://doi.org/10.29370/siarj/issue9ar3

ہیں کیونکہ ان سے جس قیاس کی مذمت آئی ہے وہ ایسا قیاس ہے جو نص کا معارض ہو۔(اور قیاس محمود وہ ہے جو نص کے مطابق ہو)

علامہ ابن عبد البرؒ اس بارے میں فرماتے ہیں:

"وسائر الفقهاء قالوا فی هذه الآثار وما كان مثلها فی ذم القياس انه القياس على غير اصل والقول فی دين الله بالظن... وامّا القياس على الاصول والحكم للشئ بحكم نظيره فهذا مالا يختلف فيه من السلف "[48]

تمام فقہاء کا کہنا ہے کہ رائے کی مذمت کے یہ آثار اوران کی مانند اور آثار ایسی رائے اور قیاس کو مذموم قرار دیتے ہیں جو اصل پر (متفرع) نہ ہو اور محض ظن سے اللہ تعالیٰ کے دین میں یہ بات کہی گئی ہو بہرحال وہ قیاس جو اصول پر مبنی ہو اور کسی چیز پر اس کی مثل کو دیکھ کر اس پر حکم کیا گیا ہو تو اس کے جواز میں سلف میں سے کسی ایک نے اختلاف نہیں کیا۔

رائے کی مذمت کی وضاحت کے لئے درج بالا عبارات کافی ہیں ان سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ مذموم رائے وہ ہے جو یا تو قرآن وسنت کے خلاف ہو یا کسی اصل کی بنیاد پر نہ ہو یا اس کا اختیار کرنے والا اس کا اہل نہ ہو۔ البتہ مجتہدین سے کبھی غلطی یا نادانستہ طور پر ایسا ہونا ممکن ہے کہ اس کی رائے کسی حدیث کے خلاف ہو جائے لیکن یہ جان بوجھ کر نہیں ہوتا اور مجتہدین سے ایسی خطا کا معفو ہونا حدیث میں وارد ہوا ہے اس بات کی توضیح امام شافعیؒ فرماتے ہیں:

"واما ان نخالف حديثا لرسول الله ﷺ ثابتا عنه فارجو ان لا يوخذ ذالک علينا ان شاء الله وليس ذلک لاحد ولكن قد يجهل الرجل السنة فيكون له قول يخالفها لا انه تعمد خلافها وقد يغفل المرء ويخطئ فی التأويل"[49]

اور یہ کہ ہم جناب رسول اللہ ﷺ کی کسی صحیح حدیث کی مخالفت کریں تو میں امید رکھتا ہوں کہ ان شاء اللہ یہ الزام ہم پر ثابت نہیں ہوسکے گا اور کسی اور سے بھی اس کا تحقق نہیں ہوسکے گا لیکن کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ آدمی سنت سے جاہل

---

[48] *Ibn-e-Abd Al-Bar,**Jame' Biyan Al-Elm wa Fazlehy,**2:893*
[49] *Shafy, Muhammad Bin Idrees, **Al-Risalah,** (Maktabah Al-Halby,Egypt),219*

The Scholar Islamic Academic Research Journal
Vol. 5, No. 2 || July -December 2019 || P. 38-64
https://doi.org/10.29370/siarj/issue9ar3

ہوتا ہے اور اس میں اس کی خلاف ورزی کر جاتا ہے نہ یہ کہ عمداً وہ ایسا کرتا ہے
اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ انسان غفلت کر جاتا ہے اور تاویل میں خطا کر گزرتا ہے۔

کسی حدیث سے غفلت وجہالت یا اس کی تفسیر وتاویل میں خطا کر سرزد ہو جانا یہ معاملہ ہی جدا ہے۔ امام شافعیؒ نے اپنی اور دوسرے ائمہ کی صفائی پیش کر دی کہ جان بوجھ کر آنحضرت ﷺ کی حدیث کی مخالفت نہ ہم نے کی اور نہ ہی دوسروں نے۔

اس سے معلوم ہوا کہ ان سے ایسا سرزد ہو جانا بھی انہیں مذموم رائے میں شامل نہیں کرتا کیونکہ یہ حضرات اجتہاد کے اہل بھی ہیں اور ان کا اجتہاد کسی نا کسی اصل ہی کی بنیاد پر ہوتا ہے۔

محدثین اور اہل الرائے کا باہم طعن:

محدثین اور اہل رائے یہ دو ایسی جماعتیں تھیں جن کی عملی زندگی بالکل جداگانہ تھیں اسی وجہ سے ان میں بسا اوقات باہم ایک دوسرے کے خلاف اقوال اور طعن تاریخ میں ملتے ہیں لیکن ان باہمی اقوال کی حیثیت اس سے زیادہ کچھ نہیں کہ یہ ان کی عملی میادین میں مخالفت ہے۔ ورنہ دونوں ہی ایک دوسرے کو حق پر سمجھتے ہیں اور بعد میں امت نے حق کو انہی دو میں دائر کیا ہے۔ ان دو میں اختلاف شرائع کے اصول میں نہیں تھا بلکہ ایک خاص ماحول اور ایک خاص طرز میں تھا[50] ان کا اختلاف حق و باطل کا نہیں تھا۔ کیونکہ اہلِ حدیث میں کوئی امام ایسا نہ تھا جو رائے کا استعمال نہ کرتا ہو اور اہل الرائے میں سے کوئی امام ایسا نہ تھا جو آثار کی پیروی نہ کرتا ہو بس ان کا اختلاف صرف بعض جزئیات میں ہوتا تھا۔[51] یہ دونوں فریق بسا اوقات ایک دوسرے پر رد بھی کرتے تھے [52]لیکن ان کی تردید کی وجوہات اکثر وبیشتر علمی نہ ہوتی تھیں اس میں معاصرانہ تنافس کا بھی دخل تھا۔[53]

خلاصہ کلام یہ ہے کہ جس طرح ایک فریق کے نزدیک کثرت رائے درست نہ تھی تو دوسرے فریق کے نزدیک کثرتِ طرقِ حدیث درست نہ تھی دونوں کے اپنے اپنے دلائل تھے اور دونوں ہی درست تھے جو فریق رائے کی مذمت کرتا تھا وہ ایسی رائے کو مذموم ٹھہراتا تھا جو قرآن وسنت کے خلاف ہوتی اور جو فرقی کثرت

---

[50] *Dr Abd-al-Majeed, **Al-Ittijahat al Fiqhiyya,** (Maktabah Al-Khang, Egypt),33*
[51] *Dr Abd-al-Majeed, **Al-Ittijahat al Fiqhiyya,**42*
[52] *Ibn-e-Abd Al-Bar,**Jame' Biyan Al-Elm wa Fazlehy,**2:159*
[53] *Dr Abd-al-Majeed, **Al-Ittijahat al Fiqhiyya,** 49*

The Scholar Islamic Academic Research Journal
Vol. 5, No. 2 || July -December 2019 || P. 38-64
https://doi.org/10.29370/siarj/issue9ar3

روایتِ حدیث کو ناپسند قرار دیتا تھا وہ ایسی کثرت کو مذموم ٹھہراتے تھے جس میں فقط شیوخ کی تعداد بڑھانا مقصود ہو حدیث کے معانی ومفاہیم کی طرف بالکل توجہ نہ ہو۔

مجدد الف ثانیؒ کا قول فیصل:

اس مقالے کے آخر میں حضرت مجدد الف ثانیؒ کی اس مسئلہ میں توضیح خاتمہ مسک ثابت ہو گی وہ فرماتے ہیں:

> وہ جماعت جو ان اکابرِ دین کو اصحاب رائے سمجھی ہے اگر یہ اعتقاد کرتی ہے کہ یہ حضرات اپنی رائے سے حکم کرتے تھے اور کتاب وسنت کی پیروی نہیں کرتے تھے تو ان کے فاسد خیال کے مطابق مسلمانوں کی اکثریت گمراہ اور بدعتی ہو گی بلکہ اہلِ اسلام کے ٹولہ ہی سے باہر ہو جائے گی اور یہ خیال یا تو وہ جاہل کرے گا جو اپنی جہالت سے بے خبر ہے اور یا وہ زندیق کرے گا جس کا مقصد نصفِ دین کو باطل کرنا ہے کچھ کوتاہ فہم چند حدیثیں یاد کرکے احکام شریعت کو انہی میں منحصر کرتے ہیں اور اپنی معلومات کے علاوہ اور چیز کی نفی کرتے ہیں اور جو چیز ان کے نزدیک ثابت نہ ہو اس کی نفی کرتے ہیں جیسے وہ کیڑا جو پتھر میں چھپا ہوا ہو اس کی زمین وآسمان ہی بس وہ ہے۔[54]

نتائج البحث:

مذکورہ بالا بحث سے درج ذیل نتائج اخذ ہوتے ہیں:

- اہلِ علم کی اصطلاح میں رائے سے نفس فہم اور عقل مراد نہیں بلکہ خاص اصطلاح مراد ہے۔
- اصحاب الرائے اور اہل حدیث دونوں جماعتیں رائے کا استعمال کرتی تھیں۔
- ہر دو فریق میں اختلاف بعض جزئیات میں ہوتا تھا۔

---

[54] *Maktoobat Imam Rabbani, Daftar Dowm, (Taba Amrtasr, India),Maktobat 55, P:15 (Referred in Maqam-e-Abi Hanifah,Sarfaraz Khan Safdar, P:170)*

The Scholar Islamic Academic Research Journal
Vol. 5, No. 2 || July -December 2019 || P. 38-64
https://doi.org/10.29370/siarj/issue9ar3

- غیر منصوص مسائل میں رائے واجتہاد کے کوئی بھی مخالف نہیں تھا۔
- صحابہ کرامؓ بذات خود غیر منصوص مسائل میں رائے واجتہاد سے کام لیتے تھے۔
- اصحاب الرائے کہنا تنقیص نہیں ہے بلکہ اصحاب الرائے ایک اعلیٰ مقام کی حامل جماعت ہے۔
- رائے کے خلاف اقوال واثار کا محمل ایسی رائے ہے جس کی بنیاد قرآن وسنت پر نہ ہو یا رائے اختیار کرنے والا اہلِ اجتہاد میں سے نہ ہو۔
- اصحاب الرائے کے بارے میں یہ غلط فہمی ہے کہ وہ رائے کو سنت پر مقدم سمجھتے ہیں۔
- حدیث سمجھنے کے لئے رائے کا ہونا ضروری ہے اسی طرح رائے اختیار کرنے کے لئے کسی اثر کا ہونا بھی ضروری ہے۔
- امام ابو حنیفہؒ رائے واجتہاد سے سلف کے منہج کے مطابق غیر منصوص مسائل میں کام لیتے تھے۔
- امام ابو حنیفہؒ کو خود یہ تصریح ہے کہ وہ رائے پر فتویٰ نہیں دیتے بلکہ اثر پر دیتے ہیں۔
- بقول سفیان بن عیینہؒ کے امام ابو حنیفہؒ کے تمام اقوال پر کوئی نا کوئی حدیث موجود ہے۔
- غیر منصوص مسائل میں رائے واجتہاد سے کام لینے پر اعتراض دراصل روافض کا اعتراض ہے۔
- مجتہد فقیہ جان بوجھ کر حدیث کی مخالفت نہیں کرتا۔
- اصحاب الرائے اور اصحاب الحدیث کی باہم طعن و تشنیع حق و باطل کی بنیاد پر نہیں تھی، مخصوص پس منظر میں تھی جس میں ہر دو فریق حق بجانب ہیں۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution-NonCommercial-ShareAlike 4.0 International (CC BY-NC-SA 4.0)